6 شہر، تاجر اور دست کار

دورِ وسطیٰ میں کوئی سیاح کسی شہر میں کیا دیکھنے کی توقع کرسکتا تھا؟ اس کا انحصار اس بات پر تھا کہ وہ کس قسم کا شہر تھا۔مندروں کا شہر، انتظامیہ یا سرکاری کام کاج کا مرکز، تجارتی شہر یا پھر کوئی بندرگاہ، یہ صرف کچھ امکانات تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ بہت سے شہروں میں کئی کام ملے جلے تھے۔ یہ انتظامی مرکز بھی تھے، مندروں کے شہر بھی اور ان کے ساتھ ہی بیوپار اور دست کاری کے کام بھی ہوتے تھے۔

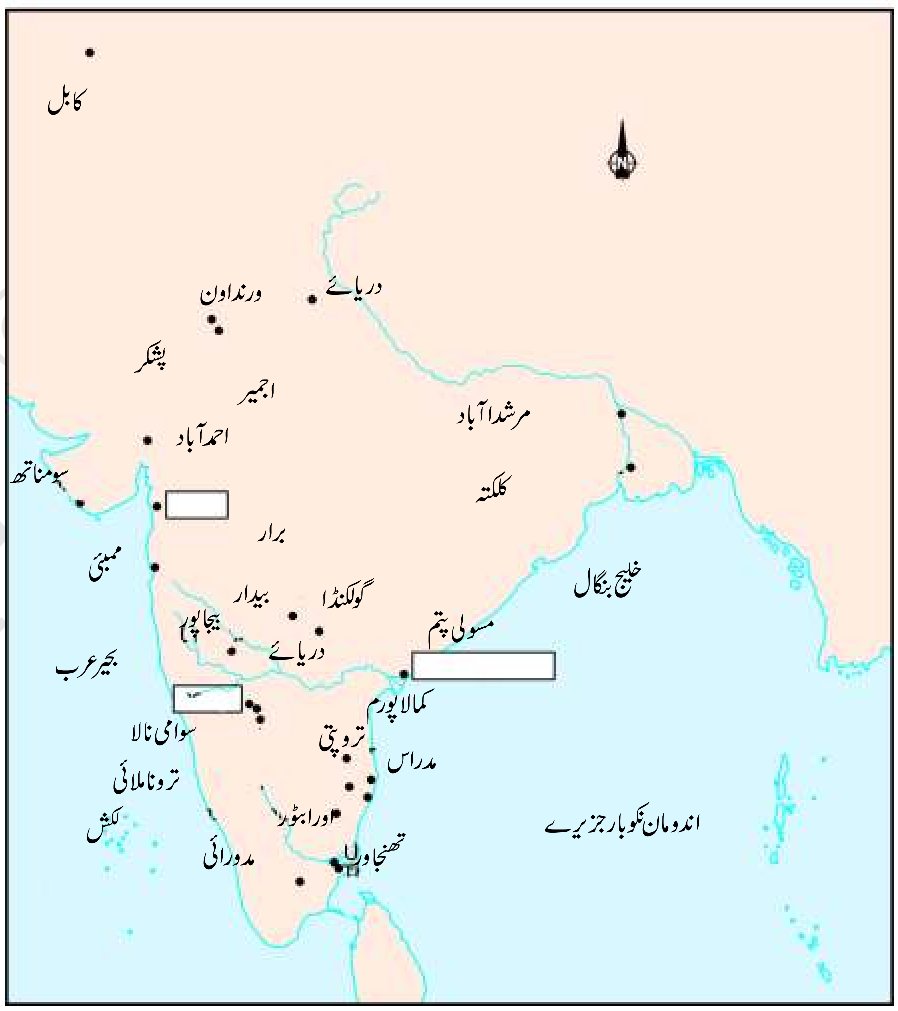

نقشہ-1

وسطی اور جنوبی ہندوستان میں کچھ تجارتی اور دست کاری پیداوار کے اہم مراکز۔

انتظامی مراکز

آپ نے باب 2 میں چولا خاندان کے بارے میں پڑھا تھا۔ اب ذرا ہم تھنجاور کے دور میں تصور کریں جو چولاؤں کی راجدھانی تھا اور اسے اس روپ میں دیکھیں جیسا وہ ایک ہزار سال پہلے تھا۔

اس خوبصورت شہر کے پاس سے سال بھر رواں رہنے والا دریائے کا ویری بہتا ہے۔ چولا بادشاہ راجا راج کے بنوائے راجا راجیشور مندر کی گھنٹیوں کی آواز کان میں پڑتی ہے۔ شہر کے لوگ اس مندر کے معمار کنجا رَملّن راجا راج پیرونتھاؔ چن کی برابر تعریف کرتے ملیں گے جس نے فخریہ طور پر مندر کی دیوار پر اپنا نام کندہ کر دیا تھا۔ اندر ایک زبردست شیولِنگ ہے۔

مندر کے علاوہ یہاں محلات ہیں جن میں منڈپ یا پویلین ہیں اور جہاں بادشاہ دربار کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کو حکم صادر کرتے ہیں۔ فوج کے لیے بارکیں بھی ہیں۔

شہر کے بازاروں میں خوب گہما گہمی ہے، یہاں غلے، مسالے، کپڑے اور زیورات بک رہے ہیں۔ شہر کے لیے پانی کی فراہمی کنوؤں اور تالابوں سے ہوتی ہے۔ تھنجاور اور اس کے قریب اورائیور شہر کے سالیا(saliya) بنکران جھنڈوں کے لیے کپڑا بننے میں مصروف ہیں جو مندر کے تیوہار میں استعمال ہوں گے، اس میں بادشاہ اور اس کے امرا کے لیے باریک سوتی کپڑا اور عوام کے لیے موٹا سوتی ہے۔ کچھ فاصلے پر سوامی ملائی میں استھاپتی یا بت تراش برونز کے نفیس اور خوبصورت مجسمے اور بھرت کے اونچے سجے سجائے چراغ دان بناتے ہیں۔

آپ کا کیا خیال ہے لوگ تھنجاوور کو کیوں عظیم شہر مانتے تھے؟

مندروں کے شہر اور یاتراؤں کے مراکز

تھنجاور جو ایک مندر شہر کی بھی مثال ہے مندر شہر، بنانے (Urbanisation وہ عمل جس سے شہر بنتے ہیں) کے عمل کی بڑی اہم نمائندگی کرتے ہیں۔ مندر اکثر معاشی زندگی اور سماج کا مرکز ہوتے تھے۔ حکمراں انھیں مختلف دیوی دیوتاؤں سے اپنی عقیدت کے مظاہرے کے لیے بنواتے تھے۔ یہ ان میں مذہبی رسوم کی پوری تفصیل سے ادائیگی، یاتریوں اور پجاریوں کے کھانے پینے اور تیوہار منانے کے لیے زمین اور دولت کے عطیات بھی دیتے تھے۔ یاتری بھی جو بڑی تعداد میں مندر آتے تھے، چندہ دیتے تھے۔

© NCERT not to be republished

شکل 1
برونز کا مجسمہ کرشن سانپ راکھشس کو زیر کرتے ہوئے۔

برونز، بھرت اور 'موم بہانے' والی تکنک

برونز ایک بھرت (دھاتوں کا مرکب) ہے جس میں تانبا اور ٹین ہوتا ہے اور بھرت (گھٹیا دھات) میں دوسرے برونز کے مقابلے میں ٹین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ چولا برونز کے مجسمے (دیکھیے باب 2) موم بہانے کی تکنک سے بنائے جاتے تھے۔ پہلے موم کا ایک مجسمہ بنایا جاتا تھا۔ اس پر مٹی کا خول چڑھا کر سکھالیا جاتا تھا۔ اس مٹی کے خول میں ایک چھوٹا سا سوراخ کر کے اسے گرم کیا جاتا تھا اس سوراخ سے موم پگھل کر باہر بہہ جاتا تھا اس کے بعد اس سوراخ سے پگھلی ہوئی دھات مٹی کے سانچے میں ڈالی جاتی تھی جب دھات ٹھنڈی ہو کر جم جاتی تھی تو احتیاط سے مٹی کے سانچے کو ہٹا دیا جاتا تھا اور مجسمے کی صفائی اور پالش کی جاتی تھی۔

? آپ کے خیال میں اس تکنک کا استعمال کرنے کے کیا فائدے تھے؟

مندر کے منتظمین اپنی دولت کو سرمایہ کاری، تجارت اور بینک کاری میں لگاتے تھے۔ رفتہ رفتہ پجاریوں، کارکنوں، دستکاروں، بیوپاریوں وغیرہ کی ایک بڑی تعداد مندر اور اس کے یاتریوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مندر کے چاروں طرف آباد ہوگئی۔ مندروں کے اطراف میں شہر ابھرنے لگے جیسے بھیلا سوامن (مدھیہ پردیش میں بھیلسا یا ودیشا) اور گجرات میں سومناتھ۔ دوسرے اہم مندر شہروں میں تامل ناڈو میں کانچی پورم اور مدورائی اور آندھرا پرادیش میں تروپتی شامل تھے۔

یاترا کے مراکز بھی رفتہ رفتہ چھوٹے شہروں میں بدلنے لگے۔ ورنداون (اتر پردیش) اور ترووناملائی (تامل ناڈو) ایسے شہروں کی دو مثالیں ہیں۔ بارھویں صدی میں اجمیر (راجستھان) چوہان بادشاہوں کی راجدھانی تھی اور اس کے بعد مغل دور میں صوبے کا صدر مقام ہوگیا۔ یہ مذہبی رواداری اور آپس میں مل جل کر رہنے کی بہترین مثال ہے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ مشہور

ومعروف صوفی سنت (باب 8 بھی دیکھیے) جنھوں نے بارھویں صدی میں وہاں قیام کیا' ان کی طرف ہر مذہب کے لوگ کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ اجمیر کے پاس ایک جھیل ہے پشکر' جو قدیم زمانے سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

اپنے شہر میں موجود گاؤں ایک فہرست بنایے اور انہیں انتظامیہ مرکز یا مندر/ یاترا مرکز کے خانوں میں بانٹنے کی کوشش کیجیے۔

چھوٹے شہروں کا ایک جال

آٹھویں صدی اور اس کے بعد سے پورے برصغیر میں بہت سے چھوٹے چھوٹے شہروں کا ایک جال سا بچھ گیا تھا۔ غالبًا یہ بڑے گاؤں سے ابھر کر شہر بنے تھے۔ ان میں عام طور پر ایک منڈا پکا (بعد میں جو منڈی کہی جانے لگی ہوتی تھی جس میں آس پاس کے گاؤں والے اپنی پیداواریں بیچنے لاتے تھے۔ ان شہروں میں بازاروں کی سڑک ''ہٹّا'' (جو بعد میں ہاٹ 'کہلائی) بھی ہوتی تھی جس میں قطار سے دکانیں ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے دستکاروں جیسے کمہاروں' تیلیوں' شکر بنانے والوں' تاڑی کھینچنے والوں' لوہاروں اور پتھر کے معماروں کی الگ الگ سڑکیں یا گلیاں ہوتی تھیں۔ کچھ بیوپاری یا تاجر شہر میں ہی رہتے تھے تو کچھ بیوپاری شہر شہر گھومتے

شکل-2 شہر کا ایک بازار۔

شکل 3
لکڑی کا نقاش

تھے۔ دور قریب ہر جگہ سے لوگ ان شہروں میں یہاں کی مقامی چیزیں خریدنے اور دور کی چیزیں جیسے گھوڑے، نمک، کافور، زعفران، چھالی اور کالی مرچ جیسے مسالے بیچنے آتے تھے۔

عام طور پر کوئی سامنت یا بعد کے زمانے میں کوئی زمین دار شہر میں یا شہر کے پاس قلعہ بند قسم کا کوئی محل بنوالیتا۔ یہ لوگ بیوپاریوں، دستکاروں اور تجارت کی اشیا پر محصول جمع کرنے کے حق ان مندروں کو 'وقف' کر دیتے تھے جو انھوں نے یا کسی دولت مند تاجر نے بنوائے تھے۔ یہ حقوق کتبوں میں بیان کر دیے گئے تھے جو آج تک باقی ہیں۔

بازاروں پر محصول

ذیل میں بارھویں صدی میں راجستھان کے ایک کتبے کا خلاصہ دیا گیا ہے جس میں مندر کے منتظمین جو محصول جمع کر سکتے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

اس قسم کی چیزوں پر ٹیکس تھے:

شکر، گڑ، رنگ، دھاگا اور روئی۔

ناریل، نمک، چھالی، مکھن، تل کے تیل اور کپڑے پر۔

ان کے علاوہ تاجروں پر محصول تھے جو دھات کا سامان بیچتے تھے، شراب بنانے والوں پر تیل پر، جانوروں کے چارے پر اور کپڑے پر۔ ان میں سے کچھ محصول اشیا کی صورت میں اور کچھ نقد وصول کیے جاتے تھے۔

? آج کے بازاروں پر لگے ٹیکسوں کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے انھیں کون جمع کرتا ہے، یہ کس طرح جمع کیے جاتے ہیں اور انھیں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے؟

بڑے اور چھوٹے تاجر

کئی طرح کے تاجر تھے۔ ان میں بنجارے بھی شامل تھے۔ (دیکھیے باب 7) بہت سے تاجروں نے، خصوصاً گھوڑے کے تاجروں نے اپنی انجمنیں بھی بنا رکھی تھیں، جن کا ایک سردار ہوتا تھا جو ان سپاہیوں سے جو گھوڑے خریدنا چاہتے تھے خرید و فروخت کے معاملات طے کرتا تھا۔

چونکہ تاجروں کو بہت سے مختلف ملکوں اور جنگلوں سے گزرنا ہوتا تھا اس لیے وہ کاروانوں میں سفر کرتے تھے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ہم پیشہ لوگوں کی انجمنیں بناتے تھے۔ آٹھویں صدی اور اس کے بعد سے جنوبی ہندوستان میں اس طرح کی بہت سی انجمنیں تھیں جن میں سب

سے مشہور منی گرامم' اورنانا دیسی تھیں۔ یہ انجمنیں جزیرہ نما کے اندر، جنوب مشرقی ایشیا اور چین سے بڑی وسیع تجارت کرتی تھیں۔

چیٹی آر اور ماروا ڑی اوس وال جیسے فرقے ملک کے سب سے بڑے تاجروں کے گروپ ہو گئے۔ گجراتی تاجر جن میں ہندو بنیوں اور مسلم بوہروں کے فرقے بھی شامل تھے خاص طور پر بحر احمر (Red Sea) خلیج فارس (Persian Gulf) مشرقی افریقہ' جنوب مشرقی ایشیا اور چین کی بندرگاہوں سے بڑے وسیع پیمانے پر تجارت کرتے تھے۔ ان بندرگاہوں میں یہ کپڑا اور مسالے بیچتے تھے اور بدلے میں افریقہ سے سونا اور ہاتھی دانت لاتے تھے' اور مسالے' ٹین' چین کے نیلے مٹی کے برتن' اور چاندی جنوب مشرقی ایشیا اور چین سے لاتے تھے۔

مغربی شہر ساحل پر عربوں' ایرانیوں' چینیوں' یہودیوں اور عیسائی تاجروں کے گھر بن گئے تھے۔ ہندوستانی مسالے اور کپڑا جو بحر احمر کی بندرگاہوں میں فروخت کیے جاتے تھے انھیں اطالوی تاجر خریدتے تھے اور وہ یورپ کے بازاروں میں بیچ کر بہت زیادہ نفع حاصل کرتے تھے۔ گرم خطّوں میں اگائے جانے والے مسالے (کالی مرچ' دار چینی' جائفل' سونٹھ وغیرہ) یورپ میں کھانا پکانے کے اہم جزو بن گئے اور سوتی کپڑا بہت پُرکشش ہو گیا۔ نتیجے میں یورپی تاجر کھینچ کر ہندوستان آنے لگے۔ آگے ہم اس بارے میں پڑھیں گے کہ اس سے تجارت اور شہروں کے چہرے کیسے بدل گئے۔

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں اس زمانے میں لوگوں اور اشیا کی آمدورفت اور لین دین تیزی سے گردش میں تھے۔ آپ کے خیال میں یہاں گاؤں اور شہروں پر اس کا کیا اثر پڑ رہا ہوگا۔ شہروں میں رہنے والے دستکاروں کی ایک فہرست مرتب کیجیے۔

کابل

اونچی نیچی زمین اور پہاڑی علاقے والا کابل (جو آج افغانستان میں ہے) اس کی سیاسی اور تجارتی اہمیت سولھویں صدی سے شروع ہوئی۔ کابل اور قندھار شاہراہ ریشم سے منسلک تھے۔ اس کے علاوہ بنیادی طور پر گھوڑوں کی تجارت اسی راستے سے ہوتی تھی۔ سترھویں صدی کے ایک مشہور ہیروں کے تاجر جین بپٹسٹ ٹیوز نیر کا تخمینہ تھا کہ یہاں سے 30,000 روپیے سالانہ گھوڑوں کی تجارت ہوتی تھے جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ اونٹوں پر خشک میوہ' کھجوریں، قالین اور ریشمی کپڑے یہاں تک کہ تازے پھل کابل سے برصغیر اور دوسرے مقامات تک لے جائے جاتے تھے۔

شہروں میں دستکاریاں

تانبے اور چاندی میں پچّی کاری کرنے میں بیدر کے دستکار اتنی شہرت رکھتے تھے کہ اس کام کا نام ہی بیدری پڑ گیا۔ پنچال یا وشوکرما فرقے کے لوگ، جن میں سنار، برونز کا کام کرنے والے، لوہار، عمارتی راج گیر اور بڑھئی کسی مندر کی تعمیر کے لیے لازمی ہو گئے تھے۔ انھوں نے محلوں، بڑی بڑی عمارتوں، تالابوں اور آبی ذخیروں کی تعمیر میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اسی طرح سے سالیار اور کیکّولار بنکر جنھوں نے مندروں کو عطیے دیے، خوش حال فرقوں کے روپ میں ابھرے۔ کپڑا بنانے کے کچھ کام جیسے روئی کی صفائی کتائی اور رنگائی علاحدہ اور خصوصی کام ہو گئے۔

شکل-5
سترہویں صدی کا ایک شمعدان تانبے پر سیاہ کندہ کاری۔

شکل-4 ایک شال کی گوٹ۔

شہروں کی بدلتی قسمتیں

کچھ صدیوں کے دوران کچھ شہر جیسے احمد آباد (گجرات) رفتہ رفتہ بہت بڑے تجارتی مرکز بن گئے اور تھنجاور جیسے کچھ دوسرے شہر وسعت اور اہمیت میں زوال پذیر ہو گئے۔ دریائے بھاگیرتھی کے کنارے آباد مرشد آباد (مغربی بنگال)، جو ریشمی کپڑوں کی وجہ سے اہم اور مشہور ہوا اور 1704 میں بنگال کی راجدھانی بن گیا، صدی کے مکمل ہوتے ہوتے تنزل میں آ گیا کیونکہ یہاں کے بنکروں کو انگلستان کے ملوں کے سستے کپڑوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

ہمپی، مسولی پٹنم اور سورت پر ایک عمیق نظر

ہمپی کی تعمیراتی عظمت

ہمپی دریائے کرشنا تنگابھدرا کے طاس میں واقع ہے اور یہ 1336 میں آباد کیے گئے وجے نگر کی سلطنت کا بالکل مرکزی علاقہ تھا۔ اس شہر کے عظیم الشان آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پوری طرح قلع بند شہر تھا۔ ان کی دیواروں کی تعمیر میں کسی مسالے یا سیمنٹ کا استعمال نہیں کیا گیا تھا بلکہ مخصوص طریقے سے پتھروں کو آپس میں جوڑ کر اس کی تعمیر کی گئی تھی۔

شکل: 6
ہمپی شہر کی شکستہ شہر پناہ کے بارگھڑی مینار کا منظر۔

ایک قلعہ بند شہر

ایک پرتگال سیاح، ڈومنگو پائس نے ہمپی کو سولھویں صدی میں اس طرح بیان کیا تھا۔

......داخلے کے اس دروازے پرجہاں سے وہ لوگ گزرتے ہیں جو گوا سے آتے ہیں 'اس بادشاہ نے اس کے اندر ایک بہت مضبوط شہر بنایا ہے جو دیوار وں اور میناروں سے حصار بند ہے۔ یہ دیواریں دوسرے شہروں جیسی دیواریں نہیں ہیں بلکہ انھیں بڑی مضبوط چنائی سے بنایا گیاہے جیسی کم جگہوں پر پائی جاتی ہیں اور ان کے اندر عمارتوں کی بہت خوبصورت قطاریں ہیں جو انھوں نے اپنے انداز سے سپاٹ چھتوں والی بنائی ہیں۔

? آپ کا کیا خیال ہے اس شہر کو قلعہ بند کیوں کیا گیا؟

ہمپی کا طرز تعمیر الگ تھا۔ شاہی عمارتوں کے حلقے میں مجسمے رکھنے کے لیے طاق تھے۔ ان میں بہت اچھے منصوبے سے بنائے ہوئے پھلوں کے باغات' تفریحی باغ جن میں کنول اور خوبصورت پرندوں کے مجسمے دیواروں اور شہتیر وں میں بنے ہوئے تھے۔ اپنے عروج کے زمانے میں ہمپی میں تجارتی اور ثقافتی کاموں کی رونق اور ہلچل رہتی تھی مور' (مسلمان تاجروں کو دیا گیا مجموعی نام) چیٹی اور پرتگالی جیسی یوروپی تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹ متواتر ہمپی میں چکر لگاتے رہتے تھے۔

شکل-7
پتھر کا رتھ وٹھالا مندر' ہمپی۔

مندر ثقافتی کاموں کی مرکزی جگہ تھی اور دیوداسیاں (مندر کی رقاصائیں) دیوی، شاہی خاندان کے لوگوں اور عوام کے سامنے، ویرُوپکشا' (شومندر کی ایک قسم) کے بہت سے ستونوں والے ہالوں میں ناچتی تھیں۔ مہانومی جسے اب جنوب میں نوراتری کہا جاتا ہے ہمپی میں منائے جانے والے اہم ترین تیوہاروں میں سے ایک تھا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے وہ مہانومی چبوترا بھی دریافت کرلیا ہے جہاں بادشاہ مہمانوں سے ملتا تھا اور

ماتحت سرداروں سے تحفے یا نذرانے لیتا تھا۔ یہیں بیٹھ کر وہ موسیقی سنتا اور رقص و کشتی دیکھتا تھا۔

1565 میں گولکنڈا، بیجاپور، احمد نگر، برار اور بیدر کے دکنی سلطانوں کے ہاتھوں وجے نگر کی شکست کے بعد ہمپی کھنڈر ہو کر رہ گیا تھا۔

مغرب کی طرف دروازہ: سورت

گجرات میں سورت، کیمبے (موجودہ کھمباوت) اور کچھ بعد میں احمد آباد کے ساتھ مغل دور حکومت میں مغربی تجارت کے لیے ایمپوریم ہو گیا تھا۔ سورت، ہرمز (Ormuz) کی کھاڑی کے راستے سے مغربی ایشیا سے بھی تجارت کا دروازہ تھا۔ سورت کو مکے کا دروازہ، بھی کہا جاتا تھا کیونکہ حج و زیارت کے بہت سے جہاز یہیں سے روانہ ہوتے تھے۔

ایمپوریم: (Emporium)

وہ جگہ جہاں مختلف قسم کی پیداواری مرکزوں کی اشیا خرید و فروخت کے لیے رکھی جاتی ہیں۔

سورت ایک بین الاقوامی شہرت کا حامل (Cosmopolitan) شہر تھا۔ یہاں ہر مذہب اور ذات کے لوگ رہتے تھے۔ سترھویں صدی میں پرتگالیوں، ڈچ (ہالینڈ) اور انگریزوں کے یہاں کارخانے اور گودام تھے۔ انگریز مؤرخ اوونگٹن (Ovington)، جس نے 1689 میں اس بندرگاہ کا احوال لکھا ہے۔ اس کے مطابق، کسی وقت بھی اوسطاً سو مختلف ملکوں کے جہاز یہاں لنگر انداز نظر آتے تھے۔

یہاں بہت سی تھوک اور خردہ فروش دکانیں تھیں جو کپڑا بیچتی تھیں۔ سورت کا کپڑا اپنے سنہری کناروں (زری) کے کام کے لیے مشہور تھا اور اس کا بازار مغربی ایشیا، افریقہ اور یورپ میں تھا۔ حکومت نے بہت سی آرام گاہیں بنوائی تھیں تاکہ شہر میں آنے والے جگہ جگہ کے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ یہاں بڑی عالیشان عمارتیں اور بے شمار تفریحی پارک تھے۔ سورت میں کاٹھیاواڑ کے سیٹھوں یا مہاجنوں (روپے پیسے کا لین دین کرنے والے صراف) کے بہت بڑے بڑے بینک تھے۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ سورت کی ہُنڈیاں مصر میں قاہرہ، عراق میں بصرہ اور بلجیم میں اینٹورپ (Antwerp) تک تسلیم کی جاتی تھیں۔

ہنڈی: (Hundis)

ایک تحریر ہے جو کسی شخص کی جمع کرائی ہوئی رقم کو کسی دوسری جگہ اس ریکارڈ کو دکھا کر یہ رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔

بہر طور، سورت کا زوال سترھویں صدی کے آخری حصے سے شروع ہو گیا تھا۔ اس کے کئی اسباب تھے۔ مغل سلطنت کے زوال کی وجہ سے بازاروں اور پیداواریت میں گراوٹ، بحری

راستوں پر پرتگالیوں کا قبضہ اور بمبئی (آج کے ممبئی) سے مقابلہ، جہاں 1668 میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا صدر مقام منتقل کر لیا تھا۔ سورت آج بھی تاجروں کی گہما گہمی والا شہر ہے۔

پریشانیوں سے فائدہ اٹھانا: مسولی پٹنم

مسولی پٹنم یا مچھلی پٹنم (لفظی معنی مچھلی کا بندرگاہی شہر) کرشنا دریا کے ڈیلٹا میں واقع ہے۔ سترھویں صدی میں یہ جگہ گہما گہمی کا مرکز تھی۔

ڈچ اور برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنیاں دونوں مسولی پٹنم پر گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کیونکہ یہ آندھرا ساحلی علاقے کی سب سے اہم بندرگاہ تھی۔ مسولی پٹنم کا قلعہ ڈچوں نے بنوایا تھا۔

مچھیروں کا گھٹیا شہر

نیچے 1620 میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک 'فیکٹر' ولیم میتھ وڈ کا بیان ہے جس میں مسولی پٹنم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ گولکنڈا کی سب سے خاص بندرگاہ ہے جہاں قابل احترام ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایجنٹ رہتا ہے۔ یہ چھوٹا سا مگر خوب آبادی والا، شہر پناہ کی دیواروں بغیر، خراب بنا اور اس سے بھی زیادہ خراب جگہ واقع شہر ہے۔ اس کے اندر سارے چشمے کھارے ہیں۔ پہلے یہ ایک گھٹیا سا مچھیروں کا شہر تھا...... اس کے بعد سڑک (ایسی جگہ جہاں جہاز لنگر ڈال سکیں) کی سہولت کی وجہ سے اسے تاجر پیشہ لوگوں کی رہائش گاہ بنا دیا گیا اور یہ ایسا ہی چل رہا ہے۔ اب ہمارے اور ڈچ قوم کے لوگ یہاں آتے جاتے ہیں۔

? برطانویوں اور ڈچوں نے مسولی پٹنم میں اپنی آبادیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

فیکٹر (Factor)
ایسٹ انڈیا کمپنی کا سرکاری تاجر

گولکنڈا کے قطب شاہی حکمرانوں نے کپڑے، مسالوں اور دوسری اشیا پر اس خیال سے شاہی اجارہ داری عائد کی کہ ان چیزوں کی تجارت پوری طرح ایسٹ انڈیا کمپنیوں کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے۔ مختلف تجارتی گروہوں گولکنڈا کے امرا، ایرانی تاجروں تیلگو کوماٹی چیٹیوں اور یوروپی تاجروں کے درمیان شدید مقابلے کے نتیجے میں شہر خوب آباد اور خوش حال ہو گیا۔ پھر جب مغلوں نے اپنی

طاقت گولکنڈا میں بڑھانی شروع کی تو ان کے گورنر میر جملہ نے، جو خود بھی تاجر تھا، ڈچ اور انگریزوں کو ایک دوسرے سے لڑانا شروع کر دیا۔ 1886-1887 میں مغل شہنشاہ اورنگ زیب نے گولکنڈا کو اپنی عمل داری میں شامل کر لیا۔

اس کے اثرات سے یوروپی کمپنیوں نے متبادل مقامات تلاش کرنے شروع کیے۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی نئی پالیسی کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ صرف اتنا کافی نہیں تھا کہ کوئی بندرگاہ صرف اندرونی علاقوں کے پیداواری مرکزوں سے ہی رشتہ رکھتی ہو۔ انھوں نے محسوس کیا کہ ان کے نئے تجارتی مرکزوں کو سیاسی، انتظامیہ اور تجارتی، تینوں کا ایک مجموعی کردار ادا کرنا ہے۔ چنانچہ جیسے جیسے کمپنی کے تاجر ممبئی، کلکتہ (آج کے کولکاتہ) اور مدراس (آج کے چنئی) کی طرف منتقل ہوئے۔ مسولی پٹنم کے تاجر اور اس کی خوش حالی دونوں اس کے ہاتھ سے نکل گئے اور اٹھارھویں صدی میں اس کا تنزل ہو گیا۔ اب یہ ایک پرانے ٹوٹے پھوٹے شہر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

نئے شہر اور تاجر

سولھویں اور سترھویں صدی میں یوروپی ممالک مسالوں اور کپڑے کی تلاش میں تھے کیونکہ یہ مغربی ایشیا اور یورپ دونوں جگہ مقبول ہو گئے تھے۔ چنانچہ مشرق میں اپنے تجارتی کاروبار کی توسیع کے لیے انگریزوں، ڈچوں اور فرانسیسیوں نے ایسٹ انڈیا کمپنیاں قائم کیں۔ شروع شروع میں بہت بڑے ہندوستانی تاجروں جیسے ملا عبدالغفور اور ویر جی اورا نے ان سے مقابلہ کرنے کے لیے بہت سے جہازوں کو حاصل کیا۔ یوروپی کمپنیوں نے بحری تجارت پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی بحری فوجی طاقت کو استعمال کر کے ہندوستانی تاجروں کو اپنے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرنے پر مجبور کر دیا۔ آخر کار برطانوی اس برصغیر میں سب سے مضبوط تجارتی اور سیاسی طاقت بن کر ابھرے۔

کپڑے جیسی اشیا کی مانگ میں اتنے زبردست اضافے کے نتیجے میں کتائی، بنائی، بے رنگ کرنے (بلیچنگ) اور رنگائی وغیرہ کی دستکاریوں میں بہت اضافہ ہوا۔ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں لگنے لگے۔ بہرطور اسی زمانے میں دستکاروں کی آزادی میں بھی کمی نظر آئی۔ اب لوگوں نے پیشگی ادائیگی نظام میں کام شروع کیا جس کا مطلب تھا کہ اب انھیں وہ کپڑا بننا تھا جس کا وعدہ یوروپی ایجنٹوں سے پہلے ہی کر لیا جاتا تھا۔ بنکروں کو نہ اب اپنا کپڑا بیچنے کی آزادی تھی نہ اپنی پسند یا

انداز کا کپڑا بننے کی۔ انھیں صرف انھیں ڈیزائنوں کا کپڑا بننا ہوتا تھا جو کمپنی کے ایجنٹ انھیں دیتے تھے۔

اٹھارھویں صدی میں بمبئی، کلکتہ اور مدراس کا عروج نظر آیا جو آج بھی بنیادی یا مرکزی شہر ہیں۔ اس وقت دستکاریوں اور تجارت میں بڑی بنیادی تبدیلیاں پیدا ہوئیں جب تاجر، دستکار اور فنکار (جیسے بنکر) ان ' کالے شہروں' میں منتقل ہو گئے جو یوروپی کمپنیوں کے ایجنٹوں نے ان بڑے شہروں کے اندر قائم کیے تھے۔ کالے یا دیسی تاجر اور دستکاران میں محصور کر دیے گئے تھے جب کہ ' گورے' حکمراں اعلا درجے کی رہائش گاہوں (ریزیڈینسیوں) جیسے مدراس کے فورٹ سینٹ جارج' یا کلکتہ میں فورٹ سینٹ ولیم میں رہتے تھے۔ اٹھارھویں صدی میں دستکاریوں اور تجارت کی کہانی اگلے سال پڑھیں گے۔

شکل 8
بمبئی کی ایک سڑک انیسوی صدی کا ابتدائی حصہ۔

واسکوڈی گاما اور کرسٹوفر کولمبس

پندرھویں صدی میں یورپ کے جہاز رانوں نے بحری راستوں کی کھوج کا ایسا سلسلہ شروع کیا جواس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ان کے محرک برصغیر پہنچےاور یہاں سے مسالے لے جانی کی زبردست خواہش تھی۔

واسکوڈی گاما' ایک پرتگالی جہاز راں تھا۔بحراوقیانوس (اٹلانٹک) پارکر کے افریقی ساحل پر پہنچا' اس کا چکر لگایااور بحرہند میں داخل ہوگیا۔اس کے پہلے سفر میں ایک سال سے زیادہ لگا۔وہ کالی کٹ 1498 میں پہنچااور اگلے سال پرتگال کی راجدھانی لسبن واپس چلا گیا۔اس نے اس سفر میں اپنے چار میں سے دو جہاز ضائع کیے اور چلتے وقت اس کے ساتھ 170 آدمیوں میں سے صرف 54 آدمی واپس پہنچے۔ان ظاہری خطرات کے باوجود جو راہیں کھولی گئی تھیں وہ بے حد فائدے مند ثابت ہوئیں اور اس کے بعد انگریز' ڈچ اور فرانسیسی جہاز رانوں نے اسے اپنایا۔ہندوستان کے لیے ایک بحری راستے کی تلاش کا ایک غیر متوقع پہلو بھی تھا۔اس مفروضے پر کہ دنیا گول ہے، ایک اطالوی 'کرسٹوفر کولمبس نے طے کیا کہ وہ ہندوستان کا بحری راستہ تلاش کرنے کے لیے بحراوقیانوس ان کا یہ نام ہی اس گڑبڑ کی وجہ سے پڑا۔اس کے بعد اسپین اور پرتگال کے جہاز راں اور فاتح آئے جنھوں نے وسطی اور جنوبی امریکہ کے بڑے بڑے حصوں پر قبضہ کیا اور اکثر وہاں کی پرانی آبادیوں کو تباہ و برباد کردیا۔

شکل-9
واسکوڈی گاما

ذرا تصور کیجیے

آپ سترھویں صدی میں سورت سے مغربی ایشیا کے سفر کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔آپ کیا کیا تیاریاں کریں گے؟

ذرا یاد کریں

1۔خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

(a) راجاراجیشور مندر......میں تعمیر کروایا گیا تھا۔

(b) اجمیر صوفی سنت......سے وابستہ ہے۔

(c) ہمپی......سلطنت کی راجدھانی تھا۔

(d) ڈچوں نے آندھرا پردیش میں......ایک بستی قائم کی تھی۔

2۔بتائیے صحیح ہے یا غلط:

(a) ہم راجاراجیشور مندر کے معمار کا نام ایک کتبہ کے ذریعے سے جانتے ہیں۔

(b) تاجر قافلوں کے بجائے نجی طور پر سفر کرنا پسند کرتے تھے۔

(c) کابل ہاتھیوں کی تجارت کا خاص مرکز تھا۔

(d) سورت بنگال کی کھاڑی کا ایک اہم تجارتی بندرگاہ تھا۔

3۔تھنجاور شہر کو پانی کی فراہمی کیسے کی جاتی تھی؟

4۔مدراس جیسے کالے شہروں میں کون رہتا تھا؟

کلیدی الفاظ

مندر شہر

شہر بسانا

وشوکرما

ایمپوریم

کالے شہر

ہمیں سمجھ لینا چاہئے

5۔آپ کے خیال میں، مندروں کے اردگرد شہر کیوں آباد ہوئے؟

6۔مندروں کی تعمیر اور ان کی دیکھ بھال کے لیے دستکار کیوں اہمیت رکھتے تھے؟

7۔بہت دور کے ملکوں سے لوگ سورت کیوں آتے تھے؟

© NCERT not to be republished

8۔کلکتہ جیسے شہروں میں پیداوار تھنجاور جیسے شہروں کی پیداوار سے کن طریقوں سے مختلف تھی۔

آیئے مباحثہ کریں

9۔ اس باب میں جن جن شہروں کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے کسی ایک شہر کا موازنہ کسی ایسے شہر یا گاؤں سے کیجیے جس سے آپ واقف ہیں۔کیا کچھ چیزیں ایک سی اور کچھ مختلف نظر آتی ہیں؟

10۔ تاجروں کو کن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا تھا؟ کیا آپ کے خیال میں ان میں سے کچھ مسئلے اب بھی باقی ہیں؟

آیئے کچھ کریں

11۔ تھنجاور یا ہمپی کے طرز تعمیر کے بارے میں اور معلومات حاصل کیجیے اور ایک 'اسکریپ بک' بنایئے جس میں ان شہروں کے مندروں اور دوسری عمارتوں کی تصویریں بنایئے۔

12۔ آج کے کسی یاترا استھان کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔آپ کے خیال میں لوگ وہاں کیوں جاتے ہیں؟ وہاں کیا کرتے ہیں؟ کیا وہاں اس علاقے میں کچھ دکانیں ہیں؟ اگر ہیں تو وہاں کیا خرید و فروخت ہوتی ہے؟

© NCERT not to be republished